© rasailojaraid.com

تحقیق وتنقید

عہد نبوی کا مالی نظام

(عمّالِ صدقات کے عزل ونصب کی پالیسی)

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میمنت لزوم میں اسلامی نظام اموال اور اسلام کے مالی واقتصادی اصولوں پر نظریاتی لحاظ سے متعدد وقیع کام اب تک اہلِ علم ونظر کے سامنے آچکے ہیں لیکن تاریخی اور علمی مباحث ابھی تک کافی تشنہ ہیں[1]۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے سیرت النبی کی جلد دوم میں تاسیس حکومت الٰہی کے باب میں اس مسئلہ پر کسی قدر تاریخی بحث کی ہے[2] اور بعض دوسرے سیرت نگار اور مورخین اسلام نے بھی اس موضوع پر کچھ روشنی ڈالی ہے[3]۔ اس سے ہماری علمی تشنگی پوری طرح دور نہیں ہو پاتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان مباحث میں تاریخی تسلسل، ارتقاء اور منطقی ترتیب کا لحاظ نہیں پایا جاتا۔ مزید براں ان میں تاریخی عناصر کی کارفرمائی اور عمل دخل سے بھی بحث نہیں کی گئی ہے۔ روایات واخبار کے استقصاء اور ان کی تنقیح وتحلیل کے فقدان، تنقیدی تجزیہ کی کمی یا عدم موجودگی اور تاریخی پس منظر اور تناظر سے بے اعتنائی کے سبب ہم عہد نبوی کے مالی نظام اور عمال صدقات وزکوٰۃ کے عزل ونصب کی پالیسی اور حکمت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اس مختصر مضمون میں ہماری یہ کوشش ہوگی کہ سرکاری محاصل وصدقات کی وصولیابی کے نظام کا مطالعہ کریں اور اس کے پس منظر میں عہد نبوی کے نظام مالیات پر ایک ضمنی نظر ڈالیں عہد نبوی کے پورے مالی نظام کا مطالعہ بڑا وسیع کام ہے۔ سردست اس کے تقاضوں کو پورا کرنا مشکل ہے۔ یہاں ہماری اصل توجہ اس سوال کے جواب کی تلاش پر مرکوز رہے گی کہ عاملین صدقات اور دوسرے مالی افسروں کی نبوی حکمت عملی کیا تھی؟ ان کی تقرری کن بنیادوں اور شرائط پر کی جاتی تھی؟ اور ان کے عزل وتبدل کی کیا بنیادیں ہوتی تھیں؟

اصل مسئلہ پر براہ راست گفتگو کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم صدقات وزکوٰۃ کے زمانۂ وجوب پر ایک سرسری نظر ڈال لیں کیونکہ اہل سیر وتاریخ اور فقہاء ومحدثین کے نزدیک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس باب میں تاریخوں کا کافی اختلاف ہے۔ اس اختلاف کے سبب عاملین صدقات کی تقرری اور مدینہ سے روانگی کے اوقات میں تعجیل و تاخیر کا مسئلہ اٹھتا ہے۔ زکوٰۃ اور جزیہ کی فرضیت کے بارے میں عام طور سے مسلم فقہاء اور علماء کا خیال یہ ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد بلکہ ۹ھ میں نافذ ہوئی تھی چنانچہ سورہ توبہ آیت ۱۰۳ جس میں زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم خداوندی ہے اور اسی سورہ کریمہ کی آیت ۲۹ جو جزیہ کی فرضیت بتاتی ہے کے بارے میں طبری اور واحدی وغیرہ مفسرین اور دوسرے محدثین نے اس کو ۹ھ کا واقعہ قرار دیا ہے[4] ہمارے مورخین اور اہل سیر بھی اپنے عمومی بیانات میں زکوٰۃ و جزیہ کی فرضیت اور عاملین صدقات کی تقرری اور روانگی کو محرم ۹ھ کا واقعہ قرار دیتے ہیں[5] لیکن تاریخی حقائق سے علماء و محدثین اور مورخین و اہل سیر کے یہ بیانات کم از کم جزیہ کے باب میں متصادم ہیں اور واقعاتی شہادتوں سے ٹکراتے ہیں۔ تاریخی حقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جزیہ کی فرضیت اور وصولیابی دونوں اس سے کئی برس قبل شروع ہو چکی تھی۔ دومۃ الجندل کے علاقے میں آباد بنو کلب کے عیسائیوں نے ۶ھ / ۶۲۷ء میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو ان کی مشہور مہم کے بعد جزیہ ادا کیا تھا۔ ۷ھ کے آغاز اور ۶۲۸ء کے وسط میں تیماء نے جو خیبر کی ایک ملحقہ یہودی آبادی تھی اسلامی ریاست کو جزیہ ادا کرنا شروع کیا تھا جبکہ خیبر، فدک اور وادی القریٰ کے مزارعین نے اپنی پیداوار زمین کا نصف مسلمانوں کو بطور خراج ادا کیا تھا۔[6] البتہ زکوٰۃ کی وصولیابی کی تاریخ ۹ھ سے قبل عملاً ثابت نہیں ہوتی لیکن بہر حال ایسے قرائن ملتے ہیں جو فتح مکہ سے قبل اس کی وصولیابی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ہم اس سے قبل ایک مضمون میں دیکھ چکے ہیں کہ خیبر، فدک، وادی القریٰ، تیماء اور قریٰ عربیہ کے والی (گورنر) ۷ھ / ۶۲۹ء میں مقرر ہو چکے تھے اور ان کے من جملہ فرائض میں سے ایک فرض صدقات کی وصولیابی بھی تھی۔[7] اس ضمن میں قریٰ عربیہ کی مثال زیادہ اہم ہے۔ مآخذ کا بیان ہے کہ حضرت معاذ بن جبل خزرجی کو یمن / جنوبی عرب کا گورنر جنرل مقرر کرنے سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریٰ عربیہ کا عامل صدقات مقرر کیا تھا اور وہ اس علاقے کی زمینی پیداوار کا محصول وصول کر کے لائے تھے۔[8] حضرت ولید بن عقبہ اموی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بنو مصطلق کے قبول اسلام کے "دو برس بعد" اس قبیلے کے عامل صدقات مقرر کئے گئے تھے اور یہ قبیلہ اس لحاظ سے ۷ھ میں مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا۔[9] طبری کا ایک حتمی بیان ہے کہ حضرت عمرو بن عاص سہمی کی عمان کو بطور عامل صدقات اور مرکزی منتظم روانگی فتح مکہ کے معاً بعد ۸ھ / ۶۳۰ء میں ہوئی تھی۔[10] ان شواہد اور قرائن سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ اندازہ ہوتا ہے کہ صدقات کی وصولیابی بالعموم اور جزیہ وخراج کی وصولیابی بالخصوص ۷ھ/ ۶۲۹ء میں شروع ہو چکی تھی۔

ماخذ سے واضح ہوتا ہے کہ محاصل وصدقات کی وصولیابی کا نظام درجہ بند اور دہرا تھا۔ جو علاقے براہ راست مدینہ منورہ کے ماتحت تھے ان میں مرکزی عاملین صدقات مقامی منتظمین اور عاملین کی مدد سے صدقات وصول کرتے تھے اور ولایات (صوبوں) میں اصولی طور سے یہ فرض منصبی گورنروں (ولاۃ) کا ہوتا تھا جو مرکزی عاملین کے ذریعہ خاص حالات میں ورنہ عام طور سے مقامی عاملین کی مدد سے صدقات وصول کر کے پایۂ خلافت ورسالت کو روانہ کرتے تھے۔ ایسے تمام عاملین صدقات جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے براہ راست مقرر کر کے مختلف علاقوں اور قبیلوں میں بھیجتے تھے مرکزی عاملین کے زمرے میں آتے ہیں۔ عام طور سے ان مرکزی عاملین صدقات کا تعلق علاقائی یا قبائلی لحاظ سے اپنے تقرری کے علاقوں سے نہیں ہوتا تھا لیکن بعض مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مخصوص حالات میں علاقائی یا قبائلی تعلق کی رعائت بھی کی جاتی تھی۔ جبکہ مقامی عاملین کا تعلق لازمی طور سے اپنے قبائل اور علاقوں سے ہوتا تھا بلکہ وہ عام طور سے اپنے قبیلوں کے شیوخ اور سردار ہوتے تھے۔ مرکزی عاملین صدقات اور ان کے مقامی ہم منصبوں کی کارکردگی میں یہ فرق ہوتا تھا کہ مرکزی عاملین اپنے علاقوں اور قبائل کے صدر مقام پر قیام پذیر رہتے تھے اور براہ راست محصول دہندگان سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے تھے جبکہ مقامی افسران صدقات اپنے اپنے لوگوں سے صدقات وصول کر کے مرکزی نمائندوں کو پہونچا دیتے تھے۔ کبھی کبھی مقامی عاملین صدقات مرکزی عاملوں اور افسروں کا کام کرتے تھے اور جمع شدہ صدقات براہ راست مدینہ منورہ پہونچا دیتے تھے۔ ان کی مثالیں ہم بعد میں دیکھیں گے۔

اکثر و بیشتر مرکزی عاملین صدقات مستقل عہدہ دار ہوتے تھے اور وہ عام طور سے ایک متعین قبیلے یا مخصوص علاقے کے افسر محاصل مقرر کیے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرات عمرو بن عاص سہمی، عبادہ خزرجی، ابی بن کعب خزرجی، عباد بن بشر خزرجی، بریدہ بن حصیب اسلمی، رافع بن مکیث جہنی، عکرمہ بن ابی جہل مخزومی، ضحاک بن سفیان کلابی، حذیفہ بن یمان ازدی، قضاعی بن عمرو عذری اور متعدد دوسرے عاملین مستقل عہدہ دار تھے جو اپنے عہدوں پر وفات نبوی تک کام کرتے رہے۔ متعدد ماخذ کی روایات کی تنقیح وتحلیل سے تقریباً تینتیس مرکزی عاملین صدقات کا ذکر ملتا ہے۔ ذیل میں ان کی فہرست ان کے علاقوں اور قبیلوں سمیت دی جا رہی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نمبر شمار	عامل صدقات	علاقہ/قبیلہ تقرری
۱۔	حضرت ابی بن کعب خزرجی	سعد ہذیم/جذام
۲۔	" عنبہ خزرجی	"
۳۔	" ولید بن عقبہ اموی	بنو مصطلق
۴۔	" عباد بن بشر اوسی	"
۵۔	" عمرو بن عاص سہمی	ہوازن/حنین، غطفان/فزارہ قضاعہ اور عمان
۶۔	" کلاب بن امیہ لیثی	ثقیف
۷۔	" سالف بن عثمان بن معتب ثقفی	"
۸۔	" بسر بن سفیان عدوی قریشی	خزاعہ/کعب
۹۔	" بریدہ بن حصیب اسلمی	غفار و اسلم
۱۰۔	" رافع بن مکیث جہنی	جہینہ
۱۱۔	" عباد بن بشر اوسی	مزنیہ اور سلیم
۱۲۔	" ضحاک بن سفیان کلابی	کلاب/عامر بن صعصعہ
۱۳۔	" معاذ بن جبل خزرجی	قریٰ عربیہ
۱۴۔	" عکرمہ بن ابی جہل مخزومی	ہوازن
۱۵۔	" حذیفہ بن یمان ازدی	ازد
۱۶۔	" معاویہ بن ابی سفیان اموی	اقیال حضرموت
۱۷۔	" عیینہ بن حصن فزاری	تمیم
۱۸۔	" ابن اللبتیہ ازدی	بنی ذبیان
۱۹۔	" سنان بن ابی سنان اسدی	بنو مالک
۲۰۔	" قضاعی بن عمرو عذری	بنو حارث
۲۱۔	" عکرمہ بن خصفہ ہوازنی	بدیل، بسر اوران کے حلیف قبائل
۲۲۔	" عبادہ بن صامت خزرجی	-
۲۳	" ارقم بن ابی الارقم مخزومی	-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نمبر شمار	عامل صدقات	علاقہ / قبیلہ تقرری
۲۴-	حضرت زیاد بن حنظلہ تمیمی	-
۲۵-	" عمر بن خطاب عدوی قریشی	-
۲۶-	" عبداللہ بن حنظل ادرم بن غالب	-

مذکورہ بالا عاملین صدقات میں سے موخرالذکر پانچ حضرات کے تقرری کے بارے میں تصریح نہیں ملتی تاہم یہ یقینی ہے کہ وہ مرکزی عاملین میں تھے۔ ان میں سے سب سے آخری حضرت مرتد ہو گئے تھے اور اس سبب سے فتح مکہ میں قتل کر دیئے گئے تھے۔ ان عاملین کی تقرری کے سلسلہ میں بعض دلچسپ تفصیلات ملتی ہیں جو نبوی پالیسی کی وضاحت کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرات ابی بن کعب خزرجی اور عنبہ خزرجی کے بارے میں آتا ہے کہ ان دونوں کو قبیلہ جذام کے بطن سعد ہذیم کے مسلمانوں پر مشترکہ طور سے عاملین صدقات مقرر کیا گیا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ والوں کو حکم دیا تھا کہ ان کی اطاعت کریں اور ان کو صدقات ادا کریں۔[۱۱]

حضرت ولید بن عقبہ اموی کی بحیثیت عامل صدقات تقرری، کارکردگی اور کردار پر بڑی دلچسپ اور مختلف فیہ بحث مآخذ میں ملتی ہے۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ بنو مصطلق کے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید کو ان کا عامل صدقات مقرر کیا۔ چنانچہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے علاقہ بنو مصطلق کو روانہ ہوئے اور جب وہ ان کے علاقے کے قریب پہونچے تو بنو مصطلق کی ایک جماعت کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ان کو خدشہ پیدا ہوا اور وہ الٹے پاؤں واپس مدینہ پہونچے اور سارا ماجرا خدمت نبوی میں عرض کر دیا۔ ان کی خبر پر اعتماد کر کے مسلمانان مدینہ نے بنو مصطلق پر فوجی تاخت کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ بنو مصطلق کا ایک وفد اپنی معروضات لے کر مدینہ جا پہونچا اور اس نے اپنی بات کہی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فریقین کے بیانات سن کر قبول کر لیا اور پھر بنو مصطلق کی خواہش پر حضرت عباد بن بشر اوسی کو ان کا عامل صدقات مقرر کیا جو ان سے حیات نبوی کے دوران صدقات وصول کرتے رہے۔ روایات میں حضرت ولید بن عقبہ اموی پر عمداً کذب وافترا کا الزام لگایا گیا ہے اور بعض مفسرین نے سورہ حجرات کی آیت ۶ میں لفظ فاسق کا مصداق بھی ان کو قرار دیا ہے لیکن یہ تمام الزامات نقد و جرح کے معیار پر کھرے نہیں اترتے۔[۱۲] طبری کی روایات سے ایسا تاثر ہوتا ہے کہ وہ بعد میں حیات نبوی ہی میں قضاعہ کے نصف حصہ پر عامل صدقات بنا دئے گئے تھے اور بہر حال یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ خلافت صدیقی و فاروقی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں وہ عامل صدقات اور گورنر کے اہم عہدوں پر مسلسل فائز رہے اور بعد میں خلافت عثمانی میں وہ کوفہ کے گورنر مقرر کئے گئے۔ یہ ان کی دیانتداری، صلابت ایمانی اور فرضِ منصبی کو بخوبی انجام دینے کی ناقابل تردید شہادت ہے اور جہاں تک ان کے خلاف بنو مصطلق کے معاملہ میں الزامات کا تعلق ہے تو اس کا جائزہ دوسری جگہ تفصیل کے ساتھ لیا جا چکا ہے[۱۳]۔ طبری کی روایت سے جو تاثر ملتا ہے وہ اگر صحیح ہے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنو مصطلق کے معاملہ کے بعد ان کو بنو قضاعہ کے علاقے میں تبدیل کر کے بھیج دیا گیا تھا جہاں وہ خلافت صدیقی کے آغاز تک عامل صدقات رہے۔ واقدی اور ابن سعد وغیرہ کی روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ولید بن عقبہ اموی کے جانشین حضرت عباد بن بشر اوسی نے کسی وقت مزینہ اور سلیم کے صدقات بھی وصول کئے تھے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ انھوں نے دونوں علاقوں میں یہ فریضہ بیک وقت انجام دیا تھا یا دو مختلف اوقات میں اندازہ یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے ان دونوں علاقوں میں یہ فرض یکے بعد دیگرے انجام دیا تھا۔ البتہ یہ مسلم حقیقت ہے کہ وہ مستقل مرکزی عامل صدقات تھے۔

مرکزی عاملین صدقات میں حضرت عمرو بن عاص سہمی کا معاملہ کافی دلچسپ بھی ہے اور منفرد بھی۔ فتح مکہ کے بعد ان کو عمان کا عامل صدقات اور مرکزی منتظم بنا کر بھیجا گیا۔ ۹ھ میں ہم ان کو ہوازن کے علاقے میں صدقات وصول کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اسی زمانے میں انھوں نے غطفان کے ایک اہم ترین بطن بنو فزارہ سے صدقات وصول کئے تھے۔ اور اس کے بعد طبری کی روایت کے مطابق ان کو قضاعہ کا عامل صدقات مقرر کیا گیا تھا اور ان کے شریک معاملہ حضرت ولید بن عقبہ اموی تھے جو بقیہ نصف قبیلہ کے عامل بنائے گئے تھے۔ غالباً یہ انتظام اس لیے کیا گیا تھا کہ قضاعہ کا قبیلہ کافی بڑا اور وسیع علاقے میں آباد تھا۔ ماخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کافی مدت تک اس علاقے میں مقیم اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے اور پھر سنہ ۱۰ھ/ سنہ ۶۳۱ء میں حجۃ الوداع کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہ صرف عمان کے علاقے میں دوبارہ عامل صدقات بنا کر بھیجا بلکہ ان سے وعدہ کیا کہ فریضہ کی انجام دہی کے بعد ان کو واپس پھر قضاعہ کے علاقہ میں تعینات کرایا جائے گا۔ یہ وعدہ وفات نبوی کے سبب حیاتِ نبوی میں پورا نہ ہوا مگر حضرت ابوبکر صدیق نے ان کو اپنی خلافت کے شروع ہی میں پھر قضاعہ کا عامل مقرر کر دیا تھا[۱۵]۔ حضرت عمرو بن عاص سہمی کی بطور عامل صدقات تقرری چار علاقوں میں کی گئی تھی جو ان کی طویل مدت تقرری صلاحیت ولیاقت اور فرض منصبی میں مستعدی اور کارکردگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو واضح کرتی ہے۔

علامہ کتانی نے کلاعی کی سیرت پر انحصار کر کے دعویٰ کیا ہے کہ خاص مدینہ منورہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افسر صدقات حضرت عمر بن خطاب عدوی تھے اور محدث ابو داؤد کا یہ بیان اس تقرری کی بالواسطہ تائید کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس خدمت کے بجا لانے کے لیے کچھ تنخواہ یا معاوضہ (عمالہ) ملتا تھا۔ یہاں اسد الغابہ کا ایک حوالہ دلچسپی کا حامل ہے اس میں کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے ایک نصرانی کی آدھی دولت اس جرم میں ضبط کر لی تھی کہ اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ابن اثیر کا یہ بیان موجودہ صورت میں ناقابل قبول ہے اس لیے کہ اسلام قبول کرنے سے انکار پر کوئی تعزیر عائد نہیں ہوتی معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا بیان میں اسلام کے عدم قبول کے بعد جزیہ کی عدم ادائیگی کا ذکر کسی سبب سے رہ گیا ہے یا اس تعزیر کا سبب کوئی دوسرا جرم تھا۔ بہرحال اگر حضرت عمرؓ مدینہ منورہ کے افسر صدقات تھے تو ان کے فرائض میں صدقات مسلین کے علاوہ غیر مسلموں سے جزیہ کی وصولی بھی شامل تھی۔ اور مذکورہ بالا مثال کا تعلق اسی فرض کی انجام دہی سے جوڑا جا سکتا ہے۔[۱۶]

علاقہ ہوازن وحنین کے بارے میں ہم کو تین افسران صدقات کی تقرری کا ذکر ملتا ہے۔ بلاذری کا بیان ہے کہ حضرت سالف بن عثمان بن معتب ثقفی کو مدینہ منورہ سے جہاں وہ ہجرت کر کے بس گئے تھے ثقیف کے صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا جبکہ حضرت کلاب بن امیہ لیثی کو اونٹوں کی زکوٰۃ (عشور) کا افسر بنا کر روانہ کیا گیا تھا۔ ابن سعد، طبری اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل مخزومی کو حیات نبوی کے آخری برس ہوازن کا عامل صدقات مقرر کیا گیا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ تینوں حضرات مرکزی افسران صدقات تھے کیونکہ ہم کو ہوازن کے مختلف بطون (خاندانوں) کے مقامی عاملین صدقات کا ذکر ملتا ہے جن کے کام کو علاقہ کے گورنر حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی منظم کرتے تھے۔[۱۷]

حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی کے بارے میں ایک دلچسپ روایت ملتی ہے جس کے مطابق ایک اسلمی نوجوان نے فتح مکہ کی مہم نبوی میں جہاد کی غرض سے شرکت کرنی چاہی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایمان و اسلام کا امتحان لیا اور اس موقع پر حضرت بریدہ نے اس نوجوان کی وفاداری کی تصدیق یوں کی کہ اس نے اپنے ذمہ واجب صدقات اسلامی حکومت کو ادا کر دیئے ہیں جو خود انہوں نے وصول لیے [illegible] مرکزی عامل صدقات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تقرری کا ایک دل چسپ واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت بسر بن سفیان عدوی قریشی کو خزاعہ کے ایک خاندان بنو کعب سے صدقات کی وصولیابی کے لیے روانہ کیا گیا۔ وفادار و جاں نثار بنو کعب نے صدقات ادا بھی کرنا چاہے مگر ان کے سرکش پڑوسی قبیلہ بنو تمیم نے صدقات ادا کرنے کو اپنے لیے باعث عار اور آنے والی مشکل جانا چنانچہ انھوں نے حضرت بُسر کو ناکام واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوج حضرت عیینہ بن حصن فزاری کی سرکردگی میں روانہ کی جس کا مقصد مانعین زکوٰۃ کو سزا دینا اور وفادار خزاعیوں کے صدقات وصول کر کے لانا تھا اور انھوں نے بحسن و خوبی اپنا یہ فرض انجام دیا۔ حضرت عیینہ بن حصن فزاری کی بطور مصدق تقرری عارضی اور وقتی تھی جبکہ حضرت بسر بن سفیان کی تقرری مستقل تھی اسی نوعیت کی عارضی تقرری حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی کی تھی جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے حضر موت کے ایک قیل (شہزادے/حکمراں) حضرت وائل بن حجر حضرمی کے ساتھ حضر موت بھیجا تھا تاکہ وہ اس علاقے کے تمام اقیال (حکمرانوں) سے صدقات و جزیہ وصول کر کے لائیں۔ حضرت معاویہ نے یہ فرض انجام دیا تھا لیکن مآخذ سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ انھوں نے پھر دوبارہ بھی یہ فرض انجام دیا تھا یا نہیں۔ اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ حیات نبوی میں ان کی بطور عامل یہ تقرری عارضی اور وقتی تھی۔[۱۸]

مرکزی عاملین صدقات کے بارے میں مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں اب پورے اطمینان قلب اور تیقن کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں سے بیشتر کی تقرری مستقل ہوتی تھی اور وہ ایک مخصوص علاقہ یا متعین قبیلہ کے صدقات وصول کر کے مدینہ منورہ لاتے تھے۔ البتہ بعض عاملین صدقات ایسے تھے جن کو مخصوص حالات میں عارضی طور سے اس عہدہ پر مقرر کیا جاتا تھا اور وہ اپنا فرض انجام دینے کے بعد عہدہ سے سبکدوش ہو جاتے تھے۔

بعض مرکزی عاملین صدقات کے بارے میں ایک دل چسپ صورت یہ نظر آتی ہے کہ وہ عامل صدقات کے عہدہ پر فائز تو مستقل طور سے ہوتے تھے لیکن ان کی کارکردگی کا علاقہ اور جولان گاہ بدلتی رہتی تھی۔ اس کی بہترین مثال حضرت عمرو بن عاص سہمی کی ہے جو چار یا پانچ علاقوں میں اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔ پہلے انھوں نے ہوازن اور علاقہ حنین کے علاقے میں صدقات وصول کئے پھر غطفان/فزارہ کے علاقے میں گئے۔ اس کے بعد نصف قضاعہ پر مقرر ہوئے۔ وہاں سے عمان بھیجے گئے اور پھر عمان سے واپس قبیلہ قضاعہ کے علاقے میں مقرر ہوئے ان کے ہم عہدہ اور پڑوسی حضرت ولید بن عقبہ اموی تھے جو بنو مصطلق کے علاقے سے تبدیل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوکر دوسرے نصف قضاعہ کے عامل مقرر ہوئے اور بقیہ مدت تک وہیں مقیم رہے۔ اسی طرح حضرت عباد بن بشر اوسی نے دو مختلف اوقات میں پہلے بنو مصطلق کے صدقات وصول کئے اور پھر مزینہ اور سلیم کے عامل بنے۔[۵۱] ظاہر ہے کہ ان عمال صدقات کے علاقوں اور قبیلوں کی تبدیلی مخصوص حالات اور اسباب کے سبب ہوئی تھی اور ان کو ان علاقوں میں تقرری کے لیے دوسرے اصحاب سے زیادہ موزوں سمجھا گیا تھا۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ذاتی اور انفرادی صلاحیتوں کے علاوہ حالات و واقعات کی رعایت یا قبائل و بطون سے تعلقات اور ان کی مرضی کو بھی تقرری کے وقت دھیان میں رکھا جاتا تھا اور یہ کسی بھی انتظامیہ کے لیے ضروری شرط ہے کیونکہ اسی صورت میں وہ صحیح طور سے کام کر سکتی ہے اور خاطر خواہ نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا مرکزی عاملین صدقات کے قبیلہ وار تجزیے سے بعض دل چسپ نکات روشنی میں آتے ہیں چنانچہ اٹھائیس معلوم تقرریوں پر صرف چوبیس[۵۲] افراد کا تقرر ہوا تھا۔ اور ان میں سے ایک تہائی کا تعلق قریش کے مختلف خاندانوں سے تھا بطون قریش میں بنوامیہ، بنوسہم، بنوعدی اور بنومخزوم کے ممتاز ترین افراد کو تقرری ملی تھی۔ چنانچہ بنوامیہ کے دو مختلف خاندانوں کے افراد حضرات ولید بن عقبہ اور معاویہ بن ابی سفیان تھے۔ بنوسہم کے واحد نمائندے حضرت عمرو بن عاص ان سب میں سب سے زیادہ ممتاز اور نمایاں نظر آتے ہیں انھوں نے ابتدائے تقرری سے وفات نبوی تک نہ صرف یہ کہ اس عہدہ پر مستقل طور سے کام کیا تھا بلکہ مختلف علاقوں اور قبیلوں میں بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دئے تھے۔ بنوعدی کے بھی دو نمائندے حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت بسر بن سفیانؓ تھے ان میں سے اول الذکر کی تقرری بوجوہ بہت اہم معلوم ہوتی ہے۔ بالکل یہی حال بنومخزوم کے واحد نمائندے حضرت عکرمہ بن ابوجہل کی تقرری کا ہے کہ وہ فتح مکہ تک اسلام کے سخت دشمن رہے تھے اور اسی سبب سے قریش کے اشتہاریان قتل میں شامل تھے اور پھر وہ نہ صرف عفو نبوی کے مستحق بنے بلکہ کرم نبوی کے بھی حقدار ثابت ہوئے۔ بقیہ قریشیوں میں عبداللہ بن خطل کا نام بھی شامل ہے جو بنوادرم سے تھا اور اپنے ارتداد اور جرم قتل کے سبب مقتول ہوا۔ قریش کے بعد عددی اعتبار سے بنوخزرج کا درجہ ہے جس کے چار عاملوں ــــ حضرات ابی بن کعب، عتبہ، معاذ بن جبل اور عبادہ بن صامت ــــ نے یہ خدمت انجام دی تھی۔ اگرچہ اوس کے صرف ایک عامل ــــ حضرت عباد بن بشر ــــ کا ذکر ملتا ہے تاہم وہ بہت اہم عامل تھے کہ انھوں نے خاصے طویل عرصے تک اور مختلف علاقوں میں اس عہدہ پر کام کیا تھا۔ قبیلہ ازد کے دو عامل حضرات حذیفہ بن یمان اور ابن اللتبیہ تھے جبکہ عذرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فزارہ/غطفان کلاب، اسد، قیس عیلان، ثقیف، کنانہ، خزاعہ، جہینہ اور تمیم کے صرف ایک ایک فرد کا نام مل سکا ہے۔ علاقائی اعتبار سے اگر تجزیہ کیا جائے تو مرکزی اور وسطی عرب کے تیرہ عامل تھے یعنی معروف عمال کا تقریباً پچاس فیصد جبکہ شمالی عرب کے صرف ایک عامل تھے اور مشرقی و مغربی عرب کے بالترتیب پانچ اور تین تھے۔ جنوبی عرب کا بھی ایک ہی نمائندہ تھا اور اسی طرح مختلف منتشر قبائل کا نمائندہ بھی ایک تھا۔ یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ اگرچہ ان مختلف علاقائی او قبائلی افراد کا نسبی تعلق ان علاقوں سے تھا تاہم عملاً وہ مدینہ منورہ کے باشندے اور وسطی عرب کے متوطن تھے کہ وہاں وہ حلف اور ولاء کے رشتوں میں استوار تھے اور خدمت نبوی میں حاضر رہتے تھے۔

یہاں ایک دوسری اہم حقیقت کی طرف بھی توجہ دلانا ضروری ہے وہ یہ کہ مذکورہ بالا عاملین صدقات ہی مرکزی نمائندگی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے علاوہ متعدد افراد بھی مختلف قبیلوں اور علاقوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمائندگی کرتے تھے۔ حافظ ابن قیم کا یہ تبصرہ بڑا حقیقت افروز ہے کہ جتنے قبائل وبطون عرب تھے اتنے ہی عاملین صدقات تھے۔ اس پر مزید اضافہ یہ کیا جاسکتا ہے کہ عاملین کا تناسب قبائل وبطون کے مقابلے میں بڑھ ہی سکتا ہے کم نہیں ہوسکتا کیونکہ لیبا اوقات بڑے قبائل اور بطون کے لیے ایک سے زیادہ عامل مقرر کئے گئے تھے اور کبھی کبھی ایک ہی قبیلہ یا علاقہ کے لیے بیک وقت دو حضرات کا تقرر ہوا تھا جیساکہ حضرات ابی بن کعب اور عتبہ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک ان مرکزی عاملین صدقات کے زمانہ قبول اسلام یا سبقت ایمان کا تعلق ہے تو ان میں سے بیس فیصد اولین مسلمان یعنی سابقین تھے۔ دوسرے بیس فیصد کے قبول اسلام کا تعلق آخری مکی عہد یا ابتدائی مدنی زمانہ سے تھا جبکہ بقیہ ساٹھ فیصد عاملین کے قبول اسلام کا تعلق زمانہ صلح حدیبیہ کے بعد بلکہ فتح مکہ کے زمانہ سے ہے۔ اس سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ایمان واسلام، انفرادی تنظیمی اور انتظامی صلاحیت، حالات کی رعائت اور علاقوں اور قبیلوں کی سیاست تو کسی مرکزی عامل صدقات کی تقرری کا سبب بن سکتی تھی لیکن محض سبقت اسلام عہد نبوی کے انتظامیہ میں نہ تو کبھی تقرری کا محرک ہوئی اور نہ فی الواقع ہوسکتی تھی[۲۲]

نبوی عاملین صدقات کی درجہ بندی کے دوسرے مرحلہ میں مقامی افسران محصول آتے ہیں۔ ان کا میدان عمل اور دائرۂ کار ان کے اپنے قبیلوں، بطون اور خاندانوں تک محدود تھا۔ عموماً یہ افسران محاصل اپنے قبیلہ یا بطن والوں سے صدقات خود وصول کرتے اور مرکزی عاملین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صدقات کے حوالے کرتے تھے۔لیکن بہر حال یہ امکان بھی ہے کہ انھوں نے مرکزی عمال کی محصول دہندگان سے براہ راست صدقات کی وصولیابی میں بھی مدد کی ہو۔یہ مقامی عاملین صدقات عام طور سے اپنے اپنے قبیلوں، بطون اور خاندانوں کے سردار و شیوخ ہوتے تھے۔ان میں سے بعض کے بارے میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ وہ اپنے قبیلہ/قوم کے صدقات پر متعین کئے گئے تھے (علی صدقات قومہ) اور ان کے بارے میں قبیلہ یا خاندان کی سرداری کی صراحت نہیں ملتی۔اس لحاظ سے ان تمام افسران نبوی کو بھی مقامی عمال میں شمار کرنا چاہئے جن کا شمار ہم مقامی منتظمین اور سرداروں میں کر چکے ہیں۔وہاں یہ صراحت آچکی ہے کہ مقامی منتظمین اور شیوخ قبائل کا ایک فرض منصبی یہ بھی تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں سے صدقات وصول کر کے مرکز اسلام تک پہونچائیں یا مرکزی عاملین صدقات کے حوالے کریں۔یہ مقامی عمال مرکزی عاملین کی طرح یا ان سے کچھ زیادہ ہی مستقل عہدہ دار ہوتے تھے کیونکہ ان کی مدت تقرری عام حالات میں تاحیات ہوتی تھی اور ان کا دائرہ کار بھی تبدیل نہیں ہوتا تھا وہ صرف اپنے لوگوں (قوم) کے افسران صدقات ہوتے تھے۔نظریاتی لحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقامی عاملین کو تبدیل یا معزول کر سکتے تھے تاہم کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جب آپ نے عملاً اپنے اس حق کا استعمال کیا ہو۔

مقامی عمال کی تقرری میں عموماً دو طرح کے طریقوں کا ذکر مآخذ میں ملتا ہے۔ایک تو یہ کہ آپ نے قبیلہ کے سابق سربراہ اور شیخ کو اس کے عہدہ پر برقرار رکھا اور اس کو صدقات کی وصولیابی کا ذمہ دار بنایا۔دوسرا یہ کہ آپ نے خدمت نبوی میں حاضر ہونے والے وفد کے سربراہ یا ممتاز ترین افراد کو صدقات کی وصولیابی کی ذمہ داری سونپی۔وفود عرب کی سربراہی عموماً شیوخ قبیلہ و بطون کرتے تھے لیکن ان کے اسلام نہ قبول کرنے کی صورت میں قبیلہ/بطن کا کوئی دوسرا ممتاز فرد یہ فرض انجام دیتا تھا اور چونکہ اس کو قبیلہ/بطن کا اعتماد عام حاصل ہوتا تھا اس لئے انتظامی سہولت کے پیش نظر آپ اسی کو مقرر کر دیتے تھے۔کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ نے کسی سابق شیخ قبیلہ کی جگہ دوسرا سردار مقرر فرمایا ہے مگر ایسا شاذ و نادر ہی ہوا ہے[۱۱۱]

یہ امر کہ مقامی عاملین صدقات اپنی قوم کے صدقات وصول کر کے مرکزی عمال کے حوالے کرتے تھے متعدد مثالوں سے ثابت ہوتا ہے۔حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی کے بارے میں ذکر آچکا ہے کہ ان کے قبیلہ کے ایک سر برآوردہ شخص نے جو غالباً شیخ خاندان تھا اپنے صدقات ادا کئے تھے۔اس سے واضح مثال بنو مصطلق کے بارے میں ملتی ہے کہ شیخ قبیلہ حضرت حارث بن ضرار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خزاعی نے اپنے قبیلہ کے صدقات وصول کر کے پہلے حضرت ولید بن عقبہ اموی کو ادا کرنے چاہے جو بوجوہ ان کے حوالہ نہ کر سکے اور پھر بعد میں دوسرے مرکزی عامل حضرت عباد بن بشر کے حوالے کئے۔ اسی طرح بنو الاصبغ کے سردار حضرت امرؤ القیس بن الاصبغ کلبی نے اپنے صدقات مرکزی نمائندے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف زہری کے سپرد کئے تھے۔ بحرین کے حکمراں اور مقامی منتظم حضرت منذر بن ساوی کو حکم نبوی تھا کہ وہ اپنے علاقہ کے صدقات دو مرکزی نمائندوں حضرات ابوہریرہ دوسی اور قدامہ کو ادا کریں۔ یہی نظم عمان، ہجر اور حضرموت و یمن کے مختلف علاقوں کے لیے کیا گیا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل خزرجی جو گورنر جنرل تھے اپنے ماتحت گورنروں سے اور وہ اپنے مقامی عاملوں سے صدقات وصول کرتے تھے۔ ایک گرامی نامۂ نبوی سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت وائل بن حجر حضرمی کو جو ایک قیل / حکمراں تھے یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ حضرموت کے دوسرے اقیال سے صدقات وصول کر کے مرکزی نمائندوں کے حوالے کر دیں۔ اسی طرح قبیلہ عبد القیس کے شیخ حضرت اکبر بن عبد القیس نے اپنے قبیلہ کے علاوہ ازد عمان کے صدقات وصول کر کے مرکزی منتظم حضرت علاء بن حضرمی کے حوالے کئے تھے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں جن کا ذکر طوالت کے خوف سے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔[۲۲]

جہاں تک مقامی عاملین صدقات کی کل تعداد کا تعلق ہے تو کچھ پہلے ہم حافظ ابن قیم کی رائے دیکھ چکے ہیں اور وہ مقامی عاملوں پر زیادہ صادق آتی ہے کہ اتنے ہی مقامی عامل تھے جتنے کہ قبیلے یا ان کے بڑے خاندان۔ بہر حال ایک تجزیاتی مطالعہ سے کم از کم تینتیس[۳۳] مقامی عاملوں کے نام سامنے آئے ہیں جو معروف و مشہور تھے۔ ان میں سے تین کا تعلق شمالی قبائل سے، سات کا مشرقی قبائل سے [۷] دو کا مغربی قبائل سے اور گیارہ [۱۱] کا منتشر قبائل سے تھا۔ ان میں سے دو چار کے سوا بقیہ آخری زمانے کے مسلمان تھے۔ اور دو چار حضرات بھی وسط مدنی زمانہ یا صلح حدیبیہ کے قریب کے زمانے کے مسلمان تھے۔ صرف ایک آدھ کو ابتدائی مدنی عہد کا مسلمان قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان مقامی عمال صدقات میں حضرات عدی بن حاتم طائی، ابن الاصبغ کلبی، جندب بن مکیث جہنی، حارث بن ضرار خزاعی، زبرقان بن بدر تمیمی، مالک بن نویرہ تمیمی اور ان کے بھائی متمم اہم ترین اور معروف عمال ہیں۔ عذرہ کے عامل صدقات حضرت ہوزہ بن نعمان، طے کے عامل حضرت عدی بن حاتم طائی، بنو کلب کے حضرت ابن الاصبغ اور بعض دوسرے مقامی عمال کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ انھوں نے نہ صرف اپنی اپنی قوم کے صدقات جمع کئے تھے بلکہ ہنگامی حالات بالخصوص ردہ کے پر آشوب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زمانے میں بھی اپنے صدقات مدینہ منورہ پہونچاتے رہے تھے۔ اور ان میں سے متعدد حضرات نے خلافت صدیقی اور فاروقی میں یہ اطاعت شعارانہ روش برقرار رکھی تھی[۲۲]۔

عاملین صدقات کی تقرری کے لئے کچھ شرائط کو پورا کرنا اور کچھ اوصاف سے متصف ہونا ضروری تھا۔ سب سے پہلا وصف تو بلاریب انتظامی وتنظیمی لیاقت وصلاحیت تھی کہ اس کے بغیر تمام دوسرے اوصاف بیکار تھے۔ تقرری کے علاقہ یا قبیلہ کے جغرافیائی اور قبائلی حالات سے واقفیت بھی ایک اہم شرط تھی۔ ان کے علاوہ کسی حد تک اس علاقے کے لوگوں سے دوستی، قرابت یا قربت بھی عہدہ پر تقرری کی سفارش کرسکتی تھی۔ مگر ان سب کے علاوہ بلکہ سب سے اہم شرط تھی کہ امیدوار عہدہ کا کردار بے داغ، اخلاق بلند، تقویٰ وخشیت الٰہی سے مالامال اور حرص وطمع سے آزاد ہو۔ ایک مخصوص شرط یہ تھی کہ امیدوار کا تعلق خاندان نبو ہاشم سے نہ ہو چنانچہ جب حضرات عبد المطلب بن ربیعہ ہاشمی اور فضل بن عباس ہاشمی نے اپنے والدین کی خواہش و ہمت افزائی پر عامل صدقات کے عہدہ پر تقرری کی درخواست کی تو وہ مسترد کردی گئی۔ نبو ہاشم پر یہ قدغن محض اس لیے نہ تھی کہ عامل صدقات کو محصول شدہ صدقات سے تنخواہ ملتی تھی جو لوگوں کے اموال کی "گندگی" تھی بلکہ یہ پر منفعت یا باتنخواہ عہدہ تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان والوں کو مادی فوائد کے پیچھے بھاگنے سے روکنا چاہتے تھے۔ عہدہ کی طلب کو بھی پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا بلکہ "طالبان مناصب" کو عہدہ کے لئے ایک طرح سے نااہل قرار دے دیا گیا تھا چنانچہ ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ دو شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انھوں نے مصدق کے عہدہ پر تقرری کی درخواست کی۔ آپ نے حضرت ابو موسیٰ کی رائے مانگی او جب انھوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ نے ان کی درخواست ان کی "طلب" کی بنا پر مسترد کردی کہ اس سے عہدہ کے لالچ کی بو آتی تھی ۔ مسلم کی ایک حدیث کے مطابق حضرت ابن اللبتیہ ازدی کو بنو سلیم کا عامل صدقات مقرر کیا گیا تھا۔ ایک بار جب وہ اپنے صدقات وصول کرکے مدینہ پہونچے تو انھوں نے صدقات کی رقم ادا کرنے کے بعد عرض کیا کہ لوگوں نے ان کو کچھ تحفہ بھی دیا ہے۔ اور انھوں نے وہ تحفہ دکھایا بھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناراضی کا اظہار فرمایا کہ یہ تحفہ ان کو محض اس لئے ملا ہے کہ وہ عامل صدقات یا سرکاری افسر تھے اور سرکاری عہدہ دار کے لیے ایسی کوئی چیز لینا جائز نہیں جو اس کو محض اس کے عہدے کے سبب ملی ہو۔ کیونکہ وہ رشوت کے قبیل کی چیز تھی اور اس کی اجازت سے رشوت کا دروازہ کھل سکتا تھا چنانچہ اس واقعہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سرکاری عمال وافسروں کے لیے اس قسم کے تحفوں کو وصول کرنے کی ممانعت فرمادی۔ حافظ ابن قیم نے اس مثال سے بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام عمال صدقات اور دوسرے سرکاری افسروں کا باقاعدہ محاسبہ فرمایا کرتے تھے۔[۲۴]

عاملین صدقات کو جو تنخواہ ملتی تھی اس کے بارے میں ہماری معلومات کسی قدر ناقص ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ حضرت عمر کو اس کار منصبی کی انجام دہی کے لیے تنخواہ (عمالہ) ملتی تھی۔ اسی طرح قرآن کریم اور احادیث نبوی سے واضح ہوتا ہے کہ عمال صدقات کو بالخصوص اور دوسرے افسروں کو بالعموم سرکاری رقوم سے تنخواہ ملتی تھی۔ عاملین کو یہ تنخواہ صدقات کی جمع شدہ رقم میں سے دی جاتی تھی۔ اس کی مقدار کا صحیح صحیح علم تو نہیں ہو سکا تاہم یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضروریات زندگی کی کفالت کے لئے مناسب رقم دی جاتی تھی اور اس میں خود عامل، اس کے اہل وعیال، خادم اور مکان کے اخراجات شامل ہوتے تھے۔ اور جو اپنی ضروریات سے زیادہ رقم لیتا تھا وہ غلبن کا ارتکاب کرتا تھا۔ ماخذ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عمال کی تنخواہ کی ادائیگی کے دو طریقے تھے: ایک تو یہ کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے تنخواہ عطا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمر کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ عاملین کو اختیار تھا کہ وہ اپنی ضروریات کی کفالت بھر رقم لے لیں اور اس کا حساب بارگاہ نبوی میں پیش کر دیں ظاہر ہے کہ آپ جائز ضروریات کے لئے مناسب اخراجات کی توثیق وتصدیق کر دیتے تھے۔ اور زائد از ضروریات یا بے جا آمدنی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے تھے جیسا کہ حضرت ابن اللتبیہ ازدی کی مثال سے معلوم ہوتا ہے۔[۲۵]

تقرری کے وقت عاملین صدقات کو دوسرے نبوی افسران حکومت کی مانند دو پروانے ملتے تھے: ایک میں عامل/افسر کے فرائض منصبی اور اس کے سلسلہ میں ہدایات نبوی درج ہوتی تھیں اور دوسرے میں ان کی جولان گاہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے ان کے حقوق وفرائض کی وضاحت کی جاتی تھی۔ عمال کو ہدایت ہوتی تھی کہ وہ لوگوں کے لیے آسانی پیدا کریں ان پر تنگی نہ کریں۔ ان سے خوش اخلاقی سے ملیں، ان پر ظلم وستم کرنے سے احتراز کریں۔ لوگوں کے بہترین اموال صدقات میں وصول نہ کریں بلکہ اوسط درجہ پر قناعت کریں، واجب شرح سے زیادہ وصولیابی نہ کریں اور اس سلسلہ میں غیر عادلانہ طریقے نہ اختیار کریں۔ صدقات وصول کرنے کے لیے لوگوں کی چراگاہوں اور گھروں میں خود جایا کریں اور ان کو اپنے پڑاؤ پر آنے کی زحمت نہ دیں۔ یہ اور ایسی ہی دوسری ہدایات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے ایمان و یقین اور فرض شناسی کے جوہر کے ساتھ مل کر عوام کے لیے صدقات کی ادائیگی کو ایک خوشگوار و مسرت آگیں کام بنا دیا تھا جس میں تلخی سے زیادہ خوشدلی، بوجھ سے زیادہ راحت، کدورت سے زیادہ مسرت اور گریز و تکدر سے زیادہ تعاون کا احساس شامل تھا اور یہ بھی واقعہ ہے کہ نبوی عاملین صدقات نے فرض منصبی کی ادائیگی کی ایسی اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں کہ ان کی آمد سفیران رسالت اور پیامبران حرم کی آمد کی مانند خوش آئند اور بابرکت سمجھی جاتی تھی۔[۲۵]

مالی نظام میں ایک شعبہ صدقات کے کاتبین پر مشتمل ہوتا تھا جس میں ابن حزم کی جوامع السیرہ کے مطابق حکومت کے دوسرے شعبوں کی مانند مختلف مالی محکموں کا حساب کتاب باقاعدہ رکھا جاتا تھا اور متعدد کاتبین یا سکریٹری مقرر کئے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت زبیر بن عوام اسدی قریشی اسلامی ریاست کے صدقات کے کاتب اعلیٰ تھے اور وہی سارا حساب کتاب رکھتے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں حضرات جہیم بن صلت اور حذیفہ بن یمان ازدی صدقات کی آمدنی "ان کے رجسٹروں میں لکھا کرتے تھے۔" لیکن قضاعی کی روایت سے کاتبوں کے فرائض کے بارے میں ذرا مختلف اور دوسری معلومات ملتی ہیں چنانچہ اس روایت کے مطابق حضرات زبیر بن عوام اور جہیم بن صلت صدقات کی آمدنی کے کاتب تھے جبکہ حضرت حذیفہ بن یمان ازدی کھجور کی پیداوار کے تخمینے سے متعلق امور کا اندراج کرتے تھے۔ ان روایات کو بیان کرنے کے بعد کتانی کا تبصرہ ہے کہ اگر یہ روایات صحیح ہیں اور بظاہر ان کی صحت میں کوئی اشتباہ و کلام نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں دیوان (شعبے) عہد نبوی ہی میں قائم ہو چکے تھے۔ امکان ہے کہ بعض دوسرے کاتبین نے بھی مالی نظام کی کتابت و اندراج کا فریضہ انجام دیا ہو۔ بہرحال ان تینوں معروف کاتبوں میں سے اول الذکر دو قریش کے دو خاندانوں بنو اسد اور بنو مطلب سے متعلق تھے جبکہ حضرت حذیفہ ازد سے تعلق رکھتے تھے لیکن علاوہ مدینہ کے باسی اور ساکنان شہر رسول کے حلیف تھے۔ اس لئے تینوں کا تعلق مرکزی عرب بلکہ خاص مدینہ سے تھا اور یہ ہونا فطری بھی تھا کہ مدینہ مرکز رسالت و حکومت تھا۔ البتہ جہاں تک ان کاتبوں کے زمانہ قبول اسلام کا معاملہ ہے تو ان میں سے ایک سابقین اولین میں سے تھے دوسرے ابتدائی مدنی عہد کے اور تیسرے آخری مدنی زمانے کے۔ گویا کہ تقسیم برابر کی تھی اور سبقت اسلام سے شرط تقرری یا حق ترجیح نہیں ثابت ہوتی تھی۔[۲۶]

اس شعبۂ انتظام میں نبوی عمال کا ایک طبقہ خرص (پیداوار کے تخمینہ) کے افسروں پر مشتمل تھا جن کو اصطلاح میں خارص کہا جاتا تھا۔ عام تصور یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ خزرجی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واحد افسر پیداوار تھے جو خیبر کی پیداوار کی تخمین و اندازہ کے لیے ہر فصل/سال پر جایا کرتے تھے۔ اور انھوں نے اپنا یہ فرض اپنی وفات تک جو غزوہ موتہ ۸ھ/ ۶۲۹ء میں ہوئی بڑی شان اتقا اور مثالی انداز میں انجام دیا۔ بلاشبہ حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی اپنے حسن کردار اور حسن عمل کے لحاظ سے ایک مثالی عامل و خارص نبوی تھے تاہم وہ "یکے از عمال دربار رسالت" تھے۔ ان کے اس شرف میں کئی اور صحابہ کرام بھی شریک و سہیم تھے۔ روایات کے اختلاف کے مطابق ان کے جانشین حضرت ابوالہیثم بن التیہان اوسی یا حضرت جبار بن صخر تھے۔ دوسری روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ حضرت جبار کے شریک کار کی حیثیت سے حضرت زید بن سلمہ خزرجی کی بھی تقرری ہوئی تھی جو پیداوار کے تخمینے کے ماہر تھے۔ ایک اور روایت میں حضرت عمرو بن سعید اموی کو خیبر کی پھلوں کی پیداوار کا خارص بتایا گیا ہے۔ مگر اس سلسلہ کی سب سے زیادہ دلچسپ روایت حضرت ابوحثمہ عامر بن ساعدہ خزرجی کے بارے میں ملتی ہے کہ ان کو خیبر کی پیداوار کا افسر خرص مقرر کیا گیا تھا اور انھوں نے نہ صرف عہد نبوی میں بلکہ پورے عہد خلافت راشدہ میں یہ فرض پورے تقویٰ اور دیانت داری کے ساتھ انجام دیا تھا اور حضرت علی کی خلافت کے بالکل اواخر میں اپنے انتقال تک اس عہدہ پر فائز رہے تھے۔[۲۵]

خیبر کی پیداوار کے یہ افسران خرص دراصل اسلامی حکومت کے حصہ پیداوار یا خمس کے افسر تھے ورنہ مسلمانوں کی زمینوں کے افسران اٹھارہ حضرات تھے جو اٹھارہ سو حصوں کا انتظام دیکھتے بھالتے تھے۔ ان افسروں کو اصطلاح میں رؤوس (راس کی جمع بمعنی سردار) کہا گیا ہے۔ یہ افسر مدینہ منورہ سے فصلوں کے پکنے کے وقت بھیجے جاتے تھے اور وہ مسلمان حصہ داروں کے حصوں کی تخمین کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ ابن اسحاق، واقدی وغیرہ کے مطابق ان میں بارہ حضرات کے نام معلوم ہو سکے ہیں، جو یہ تھے: حضرات عاصم بن عدی، علی بن ابی طالب، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ بن عبیداللہ تیمی، معاذ بن جبل خزرجی، اسید بن حضیر اوسی، عبداللہ بن رواحہ خزرجی، فروہ بن عمرو، عمر بن خطاب عدوی، سعد بن عبادہ خزرجی، بریدہ بن حصیب اسلمی اور زبیر بن عوام اسدی۔ ان میں سے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی نے اوس کے ایک حصہ کو خرید لیا تھا اس لیے وہ بھی افسران انتظام میں شامل ہو گئے تھے۔ بقیہ چھ اسماء گرامی پردہ خفا میں ہیں۔ مذکورہ بالا افسروں میں سے چار کا تعلق قریش کے مختلف خاندانوں سے تھا اور اتنے ہی افسر خزرج کے تھے جبکہ تین کا تعلق اوس سے تھا اور ایک بدوی قبیلہ اسلم کے ممتاز فرد تھے۔ ان میں سے تمام قریشی سابقین اولین میں سے تھے، جبکہ مدنی حضرات ابتدائی مدنی عہد کے مسلم تھے اور اسلمی بزرگ کچھ بعد کے مسلمان تھے۔ یہاں اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امر کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابن اسحاق کے انگریزی مترجم مشہور مستشرق الفریڈ گلیوم نے اموال خیبر کے تقسیم وانتظام حصص کے معاملہ کو بالکل نہیں سمجھا ہے اس لیے ترجمہ میں خاصا خلط مبحث کرنے کے علاوہ اس پورے بیان کو "غیر منظم اور پیچیدہ" بتلایا ہے۔ یہ بڑی دل چسپ اور حیرت انگیز بات ہے کہ خیبر کے افسران خرص کا اتنا مفصل ذکر مآخذ میں ملتا ہے مگر وادی القریٰ، تیمار، فدک اور دوسرے علاقو کے بارے میں ہمارے مآخذ عموماً خاموش ہیں حالانکہ یہ یقینی ہے کہ ان علاقوں میں بھی افسران خرص ضرور متعین ہوئے تھے۔ روایات سے خرص کی بعض مثالیں بھی ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ اول الذکر تینوں یہودی بستیوں نے چونکہ خیبر کی مانند صلح کی شرائط قبول کی تھیں لہٰذا ان کے معاملہ میں افسران خرص کی تقرری ایک حتمی معاملہ ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ ہم ان کے اسماء گرامی سے واقف نہیں ہیں۔[۲۹]

اسلامی ریاست کے بعض دوسرے خطوں کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ ان کے لئے علٰحدہ افسران خرص کا تقرر کیا گیا تھا چنانچہ اسد الغابہ اور کتانی کے مطابق حضرت فروہ بن عمرو بیاضی خزرجی مدینہ منورہ کی پیداوار خصوصاً کھجوروں کے باغات کے افسر خرص تھے۔ ان کی مہارت وحذاقت کی یہ حالت تھی کہ وہ خوشے گن کر پوری پیداوار کا اندازہ بالکل ٹھیک ٹھیک بتا دیتے تھے۔ خوشے گن کر پیداوار کا تخمینہ لگانا عرب کاشتکاروں کے لیے ایک عام بات تھی۔ حضرت فروہ کے بارے میں یہ تبصرہ بھی ملتا ہے کہ ان کا اندازہ کبھی غلط نہیں ہوا جس سے یہ بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدینہ منورہ کے مستقل خارص تھے۔ ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سہل بن حثمہ بھی عہد نبوی کے ایک افسر تخمینہ تھے۔ لیکن ان کے دائرۂ کار اور میدان عمل کا علم نہیں ہو سکا۔[۳۰]

محدث ابو داؤد کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عتاب بن اسید اموی مکہ کی گورنری کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی انگور کی پیداوار کے افسر خرص تھے۔ وہ کھجوروں کی پیداوار کے بھی افسر خرص تھے اور ایک ہی اصول وضابطہ کے مطابق انگوروں اور کھجوروں کی پیداوار کی زکوٰۃ وصول کرتے تھے۔ بلاذری کی روایت سے حدیث ابی داؤد کی تشریح ہوتی ہے کہ حضرت عتاب اموی طائف کے علاقہ میں واقع کھجور وانگور کے باغات کی پیداوار کے صدقات وصول کرتے تھے اور غالباً اس سے مراد مکہ کے متمول افراد کے باغات ہیں کہ حضرات عباس بن عبد المطلب، خالد بن ولید وغیرہ — متعدد صحابہ کرام — طائف کے علاقے میں پیداواری جائدادیں رکھتے تھے اور حضرت عتاب بن اسید اموی بطور گورنر مکہ ان کے صدقات کی وصولیابی کا فریضہ انجام دیتے تھے۔[۳۱]

مآخذ میں دو اور خارصوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے نام ہیں حضرات ابو زید بن الصلت اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الصلت بن معدی کرب یہ دلچسپ بات ہے کہ ان دونوں کا تعلق جنوبی عرب کے قبیلہ کندہ سے تھا۔ غالباً دونوں اپنے اپنے مقامی علاقوں اور قبیلوں میں یہ فریضہ انجام دیتے تھے کہ مآخذان کا میدان عمل بتانے سے قاصر ہیں۔ اسلامی ریاست کے دوسرے علاقوں خاص کر جنوبی عرب اور شمالی عرب کے بارے میں ہماری معلومات کافی ناقص ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا شواہد و حقائق اس خیال کی تائید کے لیے کافی ہیں کہ اسلامی ریاست کے تمام پیداواری علاقوں کی پیداوار کا خرص کیا جاتا تھا اور اس کے لئے افسران خرص کی تقرری عمل میں لامحالہ آئی تھی۔[۲۴]

مذکورہ بالا دس خارصین جو خیبر کے حصص مسلین کے افسروں کے علاوہ ہیں کی تحلیل و تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی غالب اکثریت یعنی ساٹھ فیصد کا تعلق مدینہ کے انصاری قبیلہ خزرج سے تھا۔ اس سے خزرج کے کاشتکار اور ماہر تخمینہ کار ہونے کا ثبوت ملتا ہے باقی افسروں میں دو کا تعلق قریش سے تھا اور یہ حقیقت بخاری کی اس روایت کی تصدیق کرتی ہے کہ مہاجرین میں سے متعدد حضرات تجارت کے علاوہ زراعت میں بھی لگ گئے تھے۔ دو افسران خرص کا تعلق کندہ سے تھا جو جنوبی عرب کا ایک بڑا قبیلہ تھا اور ایک افسر خرص اوس سے متعلق تھے۔ حضرت عمرو بن سعید اموی کے سوا جو ابتدائی مکی مسلم تھے بقیہ افسران خرص نے آخری مکی زمانے یا ابتدائی مدنی عہد میں اسلام قبول کیا تھا۔ آخر میں اس حقیقت پر توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کے عہد نبوی میں افسران خرص کی جتنی حقیقی تعداد تھی اس کا عشر عشیر بھی مآخذ میں مذکور نہیں۔ اصلاً تعداد یقیناً اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔[۲۵]

مالی نظام نبوی میں آخری طبقہ عمال ان افسروں پر مشتمل تھا جو ریاستی چراگاہوں (حمیٰ) کے افسر و منتظم تھے۔ مدینہ منورہ کے علاوہ کئی دوسرے مقامات پر متعدد چراگاہیں مسلمانوں کے لئے قائم کی گئی تھیں۔ مدینہ کے قریب میں الجمع کی چراگاہ تھی جس کے افسر حضرت ابوذر غفاری کے ایک فرزند تھے اور جن کو ۲ھ/۶۲۳ء میں مکہ کے ایک سردار کرز بن جابر فہری نے حملہ کر کے شہید کر ڈالا تھا۔ دوسری چراگاہ ذوالجدر نامی تھی جس کے منتظم و افسر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولائے خاص حضرت یسار حبشی تھے اور ان کو ۶ھ/۶۲۸ء میں قبیلہ عرینہ کے بعض سرکشوں نے قتل کر دیا تھا۔ الغابہ نامی ایک بہت مشہور چراگاہ تھی جس کے افسر حضرت ابورافع مولائے رسول اکرمؐ تھے۔ کتانی نے ایک اور افسر حمیٰ کا ذکر کیا ہے مگر ان کا نام نہیں بتایا ہے۔ ان کے علاوہ ربذہ اور البیضاء نامی چراگاہیں بھی اسلامی ریاست کی تھیں مگر ان کے افسروں کا ذکر نہیں مل سکا۔ نقیع نامی چراگاہ جو خاصی وسیع اور شاداب تھی غزوہ مریسیع کے بعد بنائی گئی تھی اور اس کے افسر کے بطور حضرت بلال بن حارث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مزنی کو مقرر کیا گیا۔ نقیع کے ایک اور افسر کا نام حضرت عبید بن مروح مزنی بتایا گیا ہے جو غالباً حضرت بلال مزنی کے جانشین یا ساتھی تھے۔ وج نامی ــ ایک ریاستی چراگاہ ــ طائف کے علاقہ میں اس کی فتح کے بعد قائم کی گئی تھی اور اس کا انتظام و انصرام حضرت سعد بن ابی وقاص کے سپرد کیا گیا تھا۔ ایک اور صحابی حضرت عریب المالکی کو بھی ایک چراگاہ کا راعی بتایا گیا ہے جو الغابہ کی چراگاہ سے متعلق تھے۔ مذکورہ بالا سات معروف افسران حمٰی میں سے دو غفاری، دو مزنی ایک قریشی اور دو مولائے رسول یا حبشی صحابہ کرام تھے۔ اور ان میں سے مزنی حضرات کے سوا بقیہ سابقین اولین میں سے تھے جبکہ بلال مزنی اور ان کے ساتھی وسط مدنی عہد کے مسلمان تھے۔[۳۹۰]

عہد نبوی میں مالی نظام کے افسروں کی تقرری کی نبوی حکمت عملی کی بنیاد حکومت اور عوام دونوں کی فلاح وبہبود کے نظریہ پر قائم تھی۔ حکومت کو نہ محصول دہندگان کے استحصال سے دلچسپی تھی اور نہ وہ ان کو بے لگام دولت سمیٹنے کے لیے آزاد چھوڑنا چاہتی تھی۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے وہ مالداروں کی دولت کے ایک حصہ کو وصول کر کے عوام کے غریبوں میں تقسیم کرنا چاہتی تھی۔ اس مقصد عالی کے لیے اس نے جن افسروں کا تقرر کیا ان کے لیے بعض کڑی شرطیں اور صفتیں لازمی قرار دی تھیں۔ چنانچہ انتظام وانصرام کی ذاتی صلاحیت اور تنظیمی قابلیت، خداترسی، انسان دوستی، تقویٰ وامانتداری، دیانت وصلابت اور بلند کرداری سب سے اہم اوصاف تھے جو عاملین صدقات کے عہدہ پر تقرری کے لیے لازمی تھے۔ ان کے علاوہ قبائلی وجغرافیائی حالات اور مخصوص سیاسی محرکات کی رعائت بھی ملحوظ رکھی جاتی تھی۔ خاندان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور طالبان عہدہ ومناصب پر ان عہدوں کے دروازے بند تھے۔ بنو ہاشم کو غالباً اس لیے محروم قرار دیا گیا تھا کہ وہ مادی فوائد کے پیچھے اپنی دنیا وعاقبت خراب نہ کریں اور خاندان رسالت سے تعلق کے سبب بے جا رعایتوں کے مستحق نہ بن سکیں۔ ظاہر ہے کہ اموال صدقات جن سے عاملوں کو تنخواہ واجب ملتی تھی لوگوں کے مال کے دنس (کوڑا کرکٹ) تھے لہٰذا اس سے متعلقین رسالت پناہ کو بچانا ضروری تھا۔ طالبان عہدہ پر یہ دروازہ اس لئے بند کیا گیا تھا کہ لالچ وطمع وحرص کا سدباب کیا جاسکے۔ ایمان واسلام اور محبت خدا ورسول اگرچہ لازمی شرط تھی تاہم سبقت اسلام عہدہ ومنصب پر تقرری کی نہ ضمانت دیتی تھی اور نہ استحقاق پیدا کرتی تھی۔ عہد نبوی کے دوسرے انتظامی شعبوں کی مانند اس نظام میں بھی تقرری کی بنیادی شرط صلاحیت ولیاقت اور پاکیزہ اخلاق تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی و تعلیقات

سلہ مثال کے طور پر ملاحظہ کیجئے محمد تقی امینی "اسلام کا زرعی نظام"، علی گڑھ ۱۹۸۰ء؛ سید ابوالاعلیٰ مودودی "معاشیات اسلام"، مرتبہ خورشید احمد، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۸۱ء

سلہ۲ شبلی نعمانی، سیرت النبی، مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۷۳ء ص ۲۰۷

سلہ۳ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ اردو ترجمہ نذیر حق، نقوش رسول نمبر لاہور ۱۹۸۲ء جلد دوم ص ۵۸۷-۹

سلہ۴ طبری، تاریخ الرسل والملوک (تاریخ طبری) مرتبہ محمد ابوالفضل ابراہیم دار المعارف قاہرہ ۱۹۶۱ء، سوم ص ۱۲۳-۲؛ واحدی اسباب النزول، قاہرہ (غیر مورخہ) ص ۱۸۹-۹۰ - نیز ملاحظہ ہو سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۷۳ء جلد پنجم ص ۱۵۴ جو اس مسئلہ میں یوں رقم طراز ہیں کہ "بعض مورخوں اور محدثوں کو اس بناپر کہ ۸ھ میں زکوٰۃ کی فرضیت کی تصریح ملتی ہے، اس سے پہلے کے واقعات میں جو زکوٰۃ کا لفظ آیا ہے اس سے پریشانی ہوئی۔ حالانکہ شروع اسلام میں زکوٰۃ کا لفظ خیرات کا مترادف تھا۔ اس کی مقدار، نصاب، سال اور دوسری خصوصیتیں جو زکوٰۃ کی حقیقت میں داخل ہیں وہ بعد کو رفتہ رفتہ مناسب حالات کے پیدا ہونے کے ساتھ تکمیل کو پہونچیں۔"

سلہ۵ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، مرتبہ مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، عبد الحفیظ شبلی، مصطفیٰ البابی قاہرہ ۱۹۵۵ء قسم دوم ص ۵۵ اور ص ۶۰؛ طبری، تاریخ طبری، جلد سوم ص ۱۲۴

سلہ۶ ابن ہشام، ص ۶۳۲؛ واقدی کتاب المغازی، مرتبہ مارسدن جونس آکسفورڈ پریس ۱۹۶۶ء، ص ۵۶۰-۲؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت ۱۹۵۶ء جلد دوم ص ۸۹؛ بلاذری، انساب الاشراف، مرتبہ محمد حمید اللہ قاہرہ ۱۹۵۹ء، اول ص ۳۷۸؛ طبری، تاریخ، دوم ص ۶۴۲؛ ابن اثیر، اسد الغابہ، تہران ۱۳۷۷ھ، جلد سوم ص ۲۱۲-۱۷ خیبر وغیرہ کے خراج کے لیے ملاحظہ کیجئے: ابن اسحاق سیرت رسول اللہ انگریزی ترجمہ از الفریڈ گیوم لندن ۱۹۵۵ء ص ۵۱۰-۱۸ ص ۵۲۳، ص ۵۱۶، واقدی ص ۶۹۳-۶۴۳، ص ۷۰۶-۷، ص ۷۰۹-۱۱؛ ابن سعد، دوم ص ۱۰۶-۱۰، ص ۱۱۲-۱۵، ص ۳۶-۴۰، ص ۹۰-۹۶؛ بلاذری، انساب الاشراف، اول ص ۳۵۲؛ فتوح البلدان مرتبہ محمد رضوان ص ۴۲-۴۸؛ نیز شبلی نعمانی، سیرت النبی اول

سلہ۷ ملاحظہ ہو میرا مضمون "عہد نبوی کا انتظامیہ (حکام کے تقرر کی پالیسی)" تحقیقات اسلامی، علی گڑھ جلد چہارم شمارہ ۲ ص ۲۳

سلہ۸ یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج

سلہ۹ واقدی، ص ۹۸۰-۸۱؛ ابن سعد، دوم ص ۱۶۱؛ اسد الغابہ، پنجم ص ۹۰-۹۱

سلہ۱۰ طبری، دوم ص ۶۴۲، سوم ص ۹۵

سلہ۱۱ ان مرکزی عاملین کے لیے ملاحظہ ہو واقدی ص ۵۸-۶۰، ص ۹۷۳-۴، ص ۹۸۰-۸۱؛ ابن سعد اول ص ۲۷۰-۷۶؛

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ص ۳۰؛ دوم ص ۶۲۔۱۶۰، پنجم ص ۵-۲۴۴؛ ہفتم ص ۲۴۲ بلاذری، انساب الاشراف، اول ط ۳-۵۲۹؛ طبری، تاریخ، سوم ص ۲۱، ص ۵۹، ص ۹۵، ص ۱۲۷، ص ۱۷۸، ص ۹۰-۳۸۹ - ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، مرتبہ صلاح الدین المنجد، دمشق غیر مورخہ اول ص ۵۳-۴؛ زرقانی، سوم ص ۹-۳۶۸؛ ابن خلدون، تاریخ، دوم ص ۸۳۵؛ کتانی، اول ص ۲۱۳؛ اسد الغابہ، چہارم ص ۲۵۰، ص ۶-۴، ص ۷-۳۸۵؛ اصابہ، چہارم ص ۲۵۸؛ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ اول ط ۶-۵۹

۱۲؎ ابن اسحاق، ص ۹۳-۴؛ واقدی ص ۸۱-۹۸۰؛ ابن سعد، دوم ص ۱۶۱؛ اسد الغابہ، پنجم ص ۹۱-۹۰؛ ابن خلدون، اول ص ۸۳-۴؛ نیز میرا مضمون "تاریخ اسلام میں فن شان نزول کی اہمیت سایک تنقیدی نظر" مجلہ تحقیقات اسلامی علی گڑھ جلد ۱۰ شمارہ ۲-۱

۱۳؎ طبری، دوم ص ۵۸۸، سوم ص ۱۵۴ اور ص ۱۶۸؛ فتوح البلدان ص ۶-۱۸۵؛ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ دوم ص ۲۰۵ نیز میری زیر طبع کتاب "حضرت ولید بن عقبہ اموی - حیات و شخصیت"

۱۴؎ واقدی، ص ۹۷۳ اور ابن سعد، دوم ص ۱۶۰

۱۵؎ طبری، سوم ص ۹۰-۳۸۹؛ ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق اول ص ۵۳-۴؛ ابن خلدون دوم ص ۹-۸۹۸

۱۶؎ بحوالہ کتانی، اول ص ۲۶۵ اور ص ۳۹۶ نیز ملاحظہ ہو اسد الغابہ، چہارم ص ۲-۵۲

۱۷؎ اسد الغابہ، چہارم ص ۶-۴، ص ۲۵۰ نیز ملاحظہ ہو ابن سعد، ہفتم ص ۴۰۲، اسد، چہارم ص ۵؛ اصابہ، چہارم ص ۲۵۰ انساب الاشراف، اول ص ۵۳۱

۱۸؎ واقدی، ص ۲-۹۴۱، ص ۹۷۳؛ ابن سعد، اول ص ۲۹۳ دوم ص ۱۶۰؛ اسد الغابہ اول ص ۲-۱۸۱؛ چہارم ص ۷-۳۸۵؛ ابن خلدون، دوم ص ۸۳۵

۱۹؎ ان کے لیے سابقہ حوالجات ملاحظہ کیجئے۔

۲۰؎ اس تجزیہ کی تفصیلات جاننے کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت کا باب پنجم نقوش رسول نمبر جلد پنجم ص ۸۱-۴۸۲؛ نقوش رسول نمبر جلد دوازدہم ۱۹۸۵ء ضمیمہ سوم ۲ اور متعلقہ حواشی۔

۲۱؎ بحث کے لیے ملاحظہ ہو عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت نقوش رسول نمبر جلد پنجم و دوازدہم کے مذکورہ بالا ابواب۔

۲۲؎ واقدی ص ۵۶۱، ص ۹۷۳؛ محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیہ ص ۵۸-۵۶، ص ۲-۶۱، ص ۸-۶۷ نیز نقوش رسول نمبر دوازدہم ص ۲۲۴ حاشیہ ص ۱۴۰؛ ابن سعد اول ص ۳-۱۶۲؛ اسد الغابہ، چہارم ص ۷-۳۸۵

۲۳؎ ابن ہشام، دوم ص ۶۰۰؛ ابن سعد، اول ص ۲۷، ص ۳۲۲؛ طبری، سوم ص ۱۴۷؛ اسد الغابہ، اول ص ۲۰۶، ص ۵-۲۲۴ دوم ص ۱۱۶، ص ۵-۱۹۴، ص ۷-۳۶۹، ص ۳۸۴؛ سوم ص ۵-۲۴، ص ۱۳۵، ص ۳-۳۹۲؛ چہارم ص ۲۱۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صد ۲۹۵ ، پنجم صد ۷۵ ، صد ۹۹ ، صد ۱۶۷ ، صد ۲۰۵ ، صد ۹۹ ، کتانی ، اول صد ۸-۳۹۶ نیز عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت مذکورہ بالا۔ خاص کر ضمیمہ دوم ۱۰ اور ۹ اور ضمیمہ سوم ۔۲۔

۲۴ھ امام مسلم ، جامع صحیح ، کتاب الصدقات ، بخاری ، کتاب الصدقات ؛ واقدی صد ۶۹۴ ؛ کتانی اول صد ۲۳ نیز عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت ، نقوش رسول نمبر جلد پنجم صد ۵-۶۷۴ اور صد ۶۷۹ ؛ جلد دوازدہم صد ۲۶۶ ۔

۲۵ھ ابوداؤد ، سنن ، ارزاق العمال ، نیز ملاحظہ ہو بخاری ، باب رزق : الحکام والعاملین علیہا ؛ مصنف عبدالرزاق بحوالہ کتانی اول صد ۶-۲۶۴ ؛ واقدی صد ۲-۹۴۱ ؛ ابن سعد ، طبقات ، پنجم صد ۹-۵۲۴ ۔ نیز نقوش رسول نمبر پنجم صد ۸-۶۷۹ ۔

۲۶ھ ابن اسحاق صد ۶۴۴ ، واقدی صد ۹۷۴ ؛ ابن سعد ، اول صد ۲۷ ؛ دوم صد ۱۶۰ ؛ نسائی ، سنن صد ۳۹۰ بحوالہ شبلی نعمانی ، سیرت النبی ، دوم صد ۷۵ ، مجموعۃ الوثائق صد ۱۵۷ ، صد ۱۶۵ ، کتانی ، اول صد ۳۹۲ عمال صدقات کی کارکردگی ، حسن اخلاق اور حسن عمل کے بارے میں ایک صحابی حضرت سوید بن غفلہ کا بیان ہے کہ ہمارے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عامل آیا اور اس نے پہلے تو ان مولیشیوں کی اقسام بتائیں جن کے صدقہ میں لینے کی اجازت فرمان نبوی میں نہ تھی ۔ حسن اتفاق سے اسی وقت ایک محصول دہندہ ایک عمدہ قسم کی اونٹنی صدقہ میں دینے کے لیے لایا لیکن عامل نے اس کو لینے سے انکار کر دیا کہ وہ بہت عمدہ نسل کی تھی ۔ دوسری روایت ہے کہ دو عامل صدقات جب ایک مسلمان مولیشی پالنے والے کے پاس پہونچے اور اس سے صدقہ طلب کیا ، مسلمان نے بربنائے اخلاص و محبت بہت عمدہ دودھاری بکری پیش کی جسے ان محصلین نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اس کے لینے کی اجازت نہیں ہے ۔ اس قسم کے متعدد واقعات روایات میں ملتے ہیں ۔ نیز ملاحظہ ہو نقوش ، رسول نمبر ، جلد پنجم صد ۳-۶۷۲

۲۷ھ ابن حزم ، جوامع السیرۃ اور قضاعی کی روایت بحوالہ کتانی ، اول صد ۹-۳۹۸

۲۸ھ ابن اسحاق ، صد ۲-۵۲۳ ، واقدی صد ۹۹۱ ، طبری ، سوم صد ۱-۲۰۰ ؛ قاضی ابو یوسف ، کتاب الخراج قاہرہ طباعت صد ۲۹ اور صد ۵۱ ۔ نیز ملاحظہ ہو ابن ہشام ، دوم صد ۳۶۴ ؛ ابن خلدون ، دوم صد ۹۶ ؛ اسد الغابہ ، اول صد ۲۶۵ ؛ دوم صد ۲۳۲ ؛ چہارم صد ۸-۱۰۷ ، صد ۹-۱۷۸ ؛ پنجم صد ۱۶۹ ؛ کتانی ، اول صد ۴۰۰-۴۰۲ ، نقوش رسول نمبر جلد پنجم ۹۸۹

۲۹ھ ابن اسحاق ، صد ۲-۵۲۱ ؛ واقدی صد ۹۱-۶۸۹ ، صد ۹-۷۱۸ ؛ ابو یوسف ، کتاب الخراج ۔ صد ۲۹ ، صد ۵۱ ؛ نیز مترجم کا حاشیہ صد ۵۲۲ حاشیہ ۱ ؛ اسد الغابہ میں صحابہ کرام مذکورہ بالا کے تراجم ؛ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو نقوش رسول نمبر پنجم صد ۸-۶۵۷ ، اور صد ۶۱-۶۵۹ ۔ خرص کی دوسری مثال کے لیے ملاحظہ ہو واقدی صد ۹۸۹ اور صحیح مسلم ، باب غزوۂ تبوک ۔

۳۰ھ اسد الغابہ ، چہارم صد ۹-۱۷۹ ؛ پنجم صد ۱۶۹ ؛ کتانی ، اول صد ۴۰۰-۴۰۱ ، نیز ملاحظہ ہو واقدی ، صد ۹۸-۹۸۹ ، امام مسلم ، الجامع الصحیح ، باب غزوہ تبوک ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۱؎ ابوداؤد، سنن، بحوالہ کتانی، اول صفحہ ۴؛ انساب الاشراف، چہارم صفحہ ۱۵۰، نقوش، رسول نمبر پنجم صفحہ ۹-۶۸۸

۳۲؎ اسد الغابہ، پنجم صفحہ ۲۰۵؛ کتانی، اول صفحہ ۴۰

۳۳؎ اسد الغابہ میں صحابہ کرام کے تراجم ملاحظہ ہوں۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، نقوش رسول نمبر پنجم صفحہ ۶۸۹؛ دوازدہم صفحہ ۲۶۸ نیز ضمیمہ سوم -۳ (صفحہ ۴۶)

۳۴؎ ابن اسحاق صفحہ ۲۸۶، صفحہ ۴۸۶ حاشیہ ع۱؛ واقدی، صفحہ ۱۲، صفحہ ۶-۴۲۵، صفحہ ۹-۵۳۸، صفحہ ۷-۵۶۹، صفحہ ۹۷۳؛ ابن سعد، دوم صفحہ ۹، صفحہ ۶۷، صفحہ ۸۱-۸۰؛ انساب الاشراف، اول صفحہ ۲۸۷، صفحہ ۳۴۸، صفحہ ۸۰-۴۷۸؛ اسد الغابہ، سوم صفحہ ۳۵۳؛ یاقوت حموی، معجم البلدان، بیروت پنجم صفحہ ۳۶ (ب)؛ مجموعہ الوثائق صفحہ ۱۵۹؛ نقوش، رسول نمبر پنجم صفحہ ۹۳-۶۹۰؛ دوازدہم صفحہ ۴۷، ضمیمہ سوم -۴ نیز صفحہ ۹-۲۶۸

ادارۂ تحقیق کمپلکس فنڈ

میں دل کھول کر حصہ لیجئے

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ کو مختصر سے عرصہ میں جو شہرت اور مقبولیت ملی ہے اور اسے جو وسعت حاصل ہوئی ہے اس کے لیے ہم صمیم قلب سے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں۔ اس عرصہ میں ادارہ کا سہ ماہی ترجمان "تحقیقات اسلامی" منظر عام پر آیا جو آج بحمد اللہ ہندوستان میں اسلامیات کے صفِ اول کے مجلہ کی حیثیت سے اپنی جگہ بنا چکا ہے۔ طبع زاد تحقیقی تصانیف اور تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس وقت بھی متعدد ضخیم کتابیں زیرِ طباعت ہیں۔ اس کے علاوہ ادارہ میں تصنیفی تربیت کا شعبہ باقاعدگی سے کام کر رہا ہے جو قدیم وجدید درس گاہوں کے فارغین کی تصنیفی تربیت کا نظم کرتا ہے۔ ادارہ کے اسٹاف اور اس کے انتظامی شعبہ نے وسعت اختیار کرلی ہے۔ ادارہ کی لائبریری میں کتابوں کا اضافہ بھی روز افزوں ہے۔ ادارہ کے پیش نظر منصوبہ کو آگے بڑھانے کی موجودہ عمارت میں کوئی صورت نہیں ہے۔

ادارہ کے سامنے شروع ہی سے ایک بڑے کمپلکس کا منصوبہ رہا ہے جس میں اس کے تمام دفاتر، ریسرچ اسکالرس کے لیے ہاسٹل، اسٹاف کے لیے فیملی کوارٹرس، ایک وسیع لائبریری، پریس اور ایک خوبصورت مسجد کا نقشہ شامل ہے۔ اب اس مقصد کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ایریا میں ایک بڑا پلاٹ خریدنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس کی قیمت اندازاً ڈھائی تین لاکھ روپئے ہوگی۔ خدا کا شکر ہے کہ امت کو ادارہ کے علمی وفکری کام کی اہمیت کا پورا پورا احساس ہے اس لیے ہمیں توقع ہے کہ اس کے ہر طبقے کی طرف سے ادارہ کے اس منصوبہ کو خوش آمدید کہا جائے گا اور اس کے ہمدرد اور بہی خواہ 'ادارۂ تحقیق کمپلکس فنڈ' میں دل کھول کر تعاون کریں گے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ براہِ کرم چیک اور ڈرافٹ صرف IDARA-E-TAHQEEQ-O-TASNEEF-E-ISLAMI. ALIGARH کے نام ارسال کریں۔ والسلام۔ مخلص۔ جلال الدین عمری (سکریٹری ادارہ)

© rasailojaraid.com